

ہمسائے تبدیل نہیں ہو سکتے!

قندھار کا سب سے طاقتور لیڈر جزل رازق ہی تھا۔ سپاہی سے ترقی کر کے اوپر آنے والے شخص نے ہر طریقے کا تجربہ حاصل کر رکھا تھا۔ طالبان اور رازق کی باہمی دشمنی کسی سے بھی پوشیدہ نہیں تھی۔ متعدد بار، اسے قتل کرنے کی ناکام کوشش ہو چکی تھی۔ مگر آج سے تقریباً ایک ماہ قبل، قندھار میں اہم ترین میٹنگ ختم ہونے کے بعد، جزل رازق کے ایک وفادار گارڈ نے فائرنگ کر کے نہ صرف رازق کو ہلاک کر دیا، بلکہ اسکے ساتھ ساتھ قندھار، ہی کا پولیس چیف عبدال مومن بھی مارا گیا۔ امریکی جزل ملر، اتفاقیہ طور پر بچ گیا۔ کیونکہ وہ ہیلی کا پڑیں بیٹھ چکا تھا۔ واقعہ کے فوراً بعد طالبان نے اسکی ذمہ داری قبول کر لی۔ افغانستان میں قتل و غارت کا کھیل اب اتنا پرانا ہو چکا ہے کہ کسی کو اس طرح کی خبروں میں کچھ زیادہ دلچسپی نہیں رہی۔ اس بقسمت ملک میں جنگ و جدل کا نہ ہونا خبر ہے۔ اسکے دگر گوں حالات روزمرہ کا معمول ہیں۔

آج سے ٹھیک ایک ہفتہ پہلے نیویارک ٹائمز میں اس اندوہناک واقعہ کی تفصیل شائع ہوئی تھی۔ ہر زاویہ سے اس مشکل واقعہ کی جزئیات درج تھی۔ توجہ اس وقت ایک اہم لائن پر جم گئی۔ درج تھا کہ جس سپاہی نے جزل رازق کو قتل کیا۔ اسکو اس اہم ترین جگہ پر بھرتی کروانے والا فوج ہی کا ایک ساتھی اہلکار تھا۔ مزید یہ کہ وہ طالبان کا قریبی ساتھی تھا۔ یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ وہ شخص واقعہ سے پہلے طالبان سے موبائل فون پر رابطہ میں تھا۔ ان لوگوں کی موجودگی پاکستان کی سرزی میں میں بتائی گئی تھی۔ افغان حکومت نے بھی بھرپور طریقے سے کہا کہ اس قتل کے پیچھے طالبان کا وہ گروہ ہے جس کا تعلق کسی نہ کسی طریقے سے ہمارے ملک سے ہے۔ پاکستان میں اعلیٰ ترین سطح پر اسکی تردید کی گئی ہے۔ مجھے پاکستانی بیانیے پر مکمل اعتماد ہے۔ یقین ہے کہ موجودہ حالات میں ہماری سرزی میں سے کوئی بھی گروہ، اس طرح کی مشکل حرکت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ مگر چند منی سوالات ذہن میں ضرور آئے۔ بلکہ مسلسل آرہے ہیں۔ اہم ترین سوال یہ ہے کہ ہمارے تعلقات اپنے ہمسایہ ملکوں سے اس قدر کشیدہ کیوں ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ افغانستان یا بھارت میں کسی قسم کی کوئی دہشت گردی کی واردات ہو تو فوراً الراام ہم پر دھر دیا جاتا ہے۔ سوال صرف اور صرف یہ ہے کہ ہم ہمسایوں کے ساتھ پُر امن طریقے سے کیوں نہیں رہ پا رہے۔ آخر کیا وجہات ہیں کہ ہمارا یقین کرنے کیلئے بین الاقوامی طاقتوں میں سے کوئی بھی تیار نہیں۔ یہ حد درجہ سنجیدہ صورتحال ہے۔ اس تمام صورتحال کو ہمارے ملک میں اس مرکزیت اور توجہ سے نہیں دیکھا جاتا جسکی وہ اہل ہے۔ ہم صرف ایک تردید کرنے کو کافی سمجھتے ہیں اور اسکے بعد ایک دو و فو د کے دورے اور اسکے بعد ایک طویل خاموشی۔ مگر معاملات اس طرح چل نہیں سکتے۔ دوسرے لفظوں میں دنیا میں طاقت ترین ممالک، ہماری اس ڈگر کو ہر قیمت پر بدل کر کھدینگے۔

چلیے، افغانستان سے شروع کر لیجئے۔ موجودہ افغانستان میں گزشتہ دو دہائیوں سے پاکستان کے خلاف جس قدر شدت پسندانہ جذبات ہیں، اسکا ادراک ہمیں بہت کم سطح پر ہے۔ افغانستان میں نوجوان نسل اور اکابرین اس نکتہ پر یقین کرچکے ہیں کہ انکی داخلی تباہی میں ہمسایہ ملک کا بہت زیادہ عمل دخل ہے۔ کسی بین الاقوامی فورم پر چلے جائیے۔ وہ بر ملا پاکستان کو اپنی خانہ جنگی کا بنیادی محرك گردانے

ہیں۔ کوئی گلی لپیٹی بات نہیں رکھتے۔ ہندوستان سے انکی قربت کی بہت بڑی وجہ، ہمارے خلاف وہ جذبہ ہے جو انکے دلوں میں لاوے کی طرح کپک رہا ہے۔ علم نہیں کہ ہمارے ملک میں اتنی پیچیدہ صورتحال کا اصل اور اک ہے بھی کہ نہیں۔ مگر جس بھی جگہ بات ہوتی ہے۔ افغانستان کے متعلق اس سنجیدگی اور توازن سے بات نہیں ہوتی جسکی ضرورت ہے۔ انڈیا کی طرف آئیے۔ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کہ دونوں ممالک یعنی پاکستان اور ہندوستان ایک دوسرے کے سخت ترین حریف ہیں۔ انڈیا میں اگر پاکستان کے متعلق ثابت بات کی جائے تو وہ غداری کے زمرے میں آتی ہے۔ جیتا جا گتا ثبوت، بھارتی سیاستدان اور کرکٹر سدھو کے ساتھ وہ نارواں سلوک ہے جو انہیں واپس جا کر ہندوستان میں سہنا پڑا۔ پورا انڈیا میڈیا، سدھو کے خلاف ہو گیا۔ انہیں ہندوستان کا دشمن قرار دیدیا گیا۔ یعنیہ یہی صورتحال ہمارے ملک میں ہے۔ اگر کوئی اس ہمسایہ ملک کی تعریف کرے، تو اسکے لیے بھی حد درجہ مشکلات ہیں۔ ہندوستان سے ہم ہر وقت حالتِ جنگ میں رہتے ہیں۔ دونوں ممالک ایسی طاقت ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے خائف ہیں۔ ہر وقت ایک دوسرے کو فنا کرنے کے منصوبہ بناتے رہتے ہیں۔ تین جنگوں کے باوجود کسی قسم کا کوئی مسئلہ حل نہیں ہو پایا۔ بلکہ ہر جنگ کے بعد مسائل حل ہونے کی بجائے پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئے۔ صورتحال جتنی سعین دودھائیاں پہلے تھیں، آج بھی اتنی ہی ہے۔ بی جے پی کی حکومت آنے کے بعد تو ہمارے خلاف معاملات اور شدت پکڑ چکے ہیں۔ ایران کے ساتھ معاملات کبھی کشیدہ ہو جاتے ہیں تو کبھی درست۔ کبھی طفتان بارڈر پر انکی طرف سے فائزگ ہونے لگتی ہے تو کبھی ہماری طرف سے گولہ باری۔

ہمیں سوچنے کا حق تو ہے کہ پاکستان کے تعلقات اپنے پڑوئی ممالک سے اتنے خراب کیوں ہیں۔ یادوسرے لفظوں میں خطے میں ہمسایہ ممالک کے ساتھ کیوں نہیں رہ سکتے۔ قطعاً یہ عرض نہیں کر رہا کہ دوسرے ممالک اس ادنی صورتحال کے ذمہ دار نہیں۔ بلکہ میری دانست میں تو ہندوستان، ہماری مخالفت اور دشمنی میں ہر اخلاقی اور غیر اخلاقی حد کو پار کر چکا ہے۔ وہاں آپکو پاکستان کے حق میں کلمہ خیر کہنے والے لوگ ڈھونڈنے سے نہیں ملینے۔ نفرت کا ایک سیلا ب ہے جس نے تمام امن کو ڈبو کر رکھا ہے۔ مگر فیصلہ کرنا تو پڑے گا کہ کیا امن کے بغیر ہنا ہمارے لیے درست ہے۔ کیا ہم اتنے بڑے اور مہیب خطرات سے کھینچنے کی استطاعت رکھتے ہیں؟ کیا اقتصادی، سماجی اور معاشری ترقی اتنی بد蔓ی میں واقعی ہو بھی سکتی ہے یا نہیں۔ یہ حد درجہ نازک سوالات ہیں اور ان پر کھل کر بحث ہونی چاہیے۔ پاکستان سے محبت کا تقاضہ ہے کہ اسے درپیش تمام مشکلات پر بات ہو اور پھر اس کا حل نکالا جائے۔ دشمنی اور اجنبيت کی دیوار کو پار کرنا از حد ضروری ہے۔

اس سے قبل کہ آگے بات بڑھاؤ۔ ایک اور معاملہ بھی حد درجہ اہمیت کا حامل ہے۔ امریکہ دنیا کے ہر ملک کا ہمسایہ ہے۔ مانیں یا نہ مانیں۔ پورے کرہ ارض پر ایک بھی ملک ایسا نہیں ہے جو کسی نہ کسی طرح اس سپر پاور کے ساتھ وابسط نہ ہوں۔ ثابت یا منفی کی عرض نہیں کر رہا۔ امریکہ ہر ملک کے ساتھ موجود ہے۔ مگر ہماری صورتحال اس معاملے میں حد درجہ عجیب ہے۔ طویل عرصے تک ہم امریکہ کے اتحادی رہے۔ نان نیٹو دوست کا درجہ بھی حاصل رہا۔ مگر گزشتہ چند برسوں میں ہمارے اس مضبوط ترین ملک سے معاملات متفہ ڈگر پر چل پڑے۔ وہ ملک جس نے آج تک پاکستان کو سب سے زیادہ مالی امداد دی۔ جس نے ہمارے لاکھوں شہریوں کو اپنا شہری بنایا۔ جس نے

بھر پور طریقے سے ہمارے ملک کی ہر لحاظ سے مدد کی۔ آج وہ ہمارا حلیف نہیں بلکہ دشمنوں کی صفت میں کھڑا ہوا ہے۔ کیا یہ ہمارے ملکی مفاد میں ہے کہ ہم امریکہ سے تعلقات کو بالکل پس پشت ڈال دیں۔ یہ ناممکن بات ہے۔ اس رویہ یا سوچ سے ہمیں حد درجہ نقصان ہو سکتا ہے۔ ہماری جغرافیائی سلیمانیت بھی داؤ پر لگ سکتی ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ امریکہ کی بدولت روئی تسلط کو ختم کرنے کی جنگ میں ایسے پھنسنے، کہ ہماری اخلاقی اور سماجی ساخت ہی تبدیل ہو گئی۔ ہمارا اپنا ملک تباہ ہو گیا۔ مگر اس سب کے باوجود کیا واقعی ہم امریکہ سے دشمنی مول لے سکتے ہیں۔ ہر صاحب نظر جانتا ہے کہ امریکی طاقت کے سامنے دنیا کا کوئی ملک کھڑا نہیں ہو سکتا۔ ہم ہر وقت چین چین کرتے ہیں۔ ہمارے رہنماء سے مسیحا کا درجہ دیتے ہیں۔ یہ بات کافی حد تک درست بھی ہے۔ مگر چین کی اقتصادی طاقت، امریکہ کے مقابلے میں آدمی سے کم ہے۔ چین کو امریکہ بننے میں بہت وقت لگے گا۔ مگر اس مدت میں امریکہ بذاتِ خود کتنی مزید ترقی کر چکا ہو گا۔ اسکو سوچنا بھی کم از کم اس وقت محال ہے۔ چین کیلئے پاکستان کو میدانِ جنگ بنانا کتنا زیر ک فیصلہ ہے۔ اس پر کم از کم طالب علم کی رائے ہے کہ ہمیں توازن اور احتیاط سے چلنا چاہیے۔ کسی بھی وجہ سے یہ تاثر نہیں ہونا چاہیے کہ پاکستان پہلے امریکہ کا بغل پچھتا اور اب چین کا۔ اس کیفیت میں ہمارا حد درجہ نقصان ہو سکتا ہے اور ہو بھی رہا ہے۔ سفارتی طور پر پاکستان کے مسائل بہت بڑھ چکے ہیں اور اقتصادی طور پر ہماری معیشت بے دم ہو چکی ہے۔

موجودہ صورتحال حد درجہ نازک ہے۔ ہماری افواج انتہائی محنت اور مشکل سے اندر ونی دہشت گردی پر قابو پار ہی ہیں۔ یہ فتح صرف اور صرف ہمارے عسکری اداروں کی بدولت حاصل ہوئی ہے۔ دنیا کا کوئی بھی ملک، اندر ونی دہشت گردی کا قلع قع نہیں کر سکا۔ یہ اعزاز صرف اور صرف ہمارے پاس ہے۔ مگر اس تمام کیفیت کو اب نئے طریقے سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ افغانستان اور ہندوستان ہمارے ہمسایہ ممالک ہیں۔ ان سے پُر امن تعلقات ہمارے اپنے قومی مفاد میں ہیں۔ نفرتوں کے قلعوں میں دراڑ ڈال کر امن کی جوت جگانا مشکل کام ضرور ہے۔ مگر ناممکن نہیں۔ ہمارے پاس اتنے ذہین، تجربہ کار اور محبت وطن لوگ ہیں جو اس کام میں معاونت کر سکتے ہیں۔ پاکستان مسلسل دشمنی کے حصاء میں نہیں رہ سکتا۔ یہ قدرتی اصول کے خلاف ہے۔ ہمیں ہر قیمت پر اپنے اردو گرد کے ممالک سے پائیدار امن قائم کرنا چاہیے۔ اسلیے بھی، کہ دنیا میں سب کچھ ہو سکتا ہے۔ مگر ہمسایے تبدیل نہیں ہو سکتے۔

راو منظر حیات